

ڈاکٹر صدف فاطمہ

اسٹینٹ پروفیسر، شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی

اعظی نورین

پیپر ار، شعبہ اردو، جی سی ویکن یونیورسٹی، سیال کوٹ

بیسویں صدی کی نسائی تحریک کے تناظر میں پروین شاکر کی فکری جہت کا مطالعہ

Dr. Sadaf Fatima

Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi,
Karachi.

Uzma Noreen

Lecturer, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.

A Study of the Intellectual Dimension of Praveen Shakier In the Context of the Twentieth Century Feminist Movement

Perveen Shakir was known feague of poetry. She was individual personality. Due to her individual poetry very short period many people never paing respect due to her special poetry. She was really a respectable position of poetry. In her poetry it reflects in her critiazing poetry.20th century in Urdu literature the personality of Perveen Shakir is a different style poetry and prose.I like Perveen Shakir because of her being a generation of have.

Key Words: *Parveen Shakir, Individual, Poetry, Respectable, Reflects.*

پاکستان کی ادبی تاریخ میں جن شاعرات نے اہم مقام حاصل کیا اس میں پروین شاکر کا نام نہایت نمایاں ہے، پروین شاکر کے خاندان کا تعلق صوبہ بہار سے تھا پہنچ اور عظیم آباد اسی صوبہ بہار کے اضلاع شمار ہوتے ہیں ان کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا، لیکن قناعت پسند، صابر و شاکر، شاکستہ اور مہذب لوگ تھے۔

جب ایک حساس لڑکی کو اس کے محبت نہیں ملی اور وہ معاشرے سے بغاوت بھی نہیں کر سکی تو اس نے اپنے دل کو ٹھوکا۔ اسے اپنے اندر جو ٹوٹ پھوٹ نظر آئی اس شکست و ریخت کو اس نے آورش کی شکل دے کر اپنے جذبات کو شاعری میں ڈھال دیا۔ جذبات و احساسات کے تھے اور الفاظ کا چیزاو بھی مناسب تھا۔ لہذا اس کی غزل و

نظم نے وقت کے ساتھ ساتھ انفرادیت حاصل کر لی۔ اس کی آواز نے ہر طبقے کو متأثر کیا اور وہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئی۔ پروین شاکر ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء کو پیدا ہوئیں والدین نے نام پروین بانور کھا مگر آگے چل کر پروین شاکر کے نام سے مشہور ہوئیں۔

پروین شاکر بچپن میں مسلسل بے چین اور بے قرار رہتیں اس کے گھر والوں نے اسے پارو کے نام سے پکارنا شروع کر دیا اور یہ حقیقت تھی کہ پارے جیسی بے قراری اس کے مزانج کا حصہ بن گئی تھی اور آگے جا کر پروین شاکر کے نام سے شہرت کمائی اور شعر و سخن کے شہزادی کہلائی۔

پروین شاکر نہایت لاپرواہ تھیں اکثر ایسا سامان چھوڑ دیا کرتی تھیں وہ عموماً چل چھوڑ دیا کرتی تھیں جو تیاں اتنا کر بھول جاتی تھیں۔

ان کا انوکھا پن تھا کہ انھیں جوتے پہننے سے رغبت نہ تھی، گاڑی چلاتے ہوئے جو تیاں اتنا لیا کرتی تھیں۔

پروین شاکر کو جانوروں سے نہایت دلچسپی تھی۔ ان کو جھولا جھولنا نہایت پسند تھا پروین شاکر، مقابلہ نعت، مضمون نویسی اور تقریری مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی اور انعامات حاصل کرتیں۔

پروین شاکر، ہمارے عہد کی شعری روایت کی ایک منفرد اور جانی پہچانی آواز ہے۔ اس کے فکر و فن نے بہت جلد اپنے عقیدت مندوں اور مداحوں کا ایک حلقة بنالیا تھا۔ ان کی ادبی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریروں میں ان مسکراہٹوں کی زہر آلوں تکنی جھلکتی ہے جو معاشرے کی برائیوں کے لیے تریاق کا اثر رکھتی ہے۔^(۱)

پروین شاکر کے شخصی ادبی اور شعری اوصاف و محاسن کا احاطہ کرنا مشکل نہیں تو سہل بھی نہیں ان کی شخصیت جس قدر دل آؤز تھی ان کا شعور اس قدر بے دار تھا ان کا دماغ جس قدر تیز تھا اور وہ جن کمالات و خصائص کا مرقع تھیں وہ عام اوصاف ان کے شعری بیانے کو پر شکوہ بنتے ہیں۔

پروین شاکر کو میں اس لیے پسند کرتی ہوں کہ ان کے سخن دلنواز کی پذیرائی کے لیے خود کو مجبور محسوس کرتی ہوں۔ میرا تعلق پروین شاکر کی طرح جواہی نسل سے ہے۔ مگر میں نے ان کے اشعار موقع بمو ق نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں سے بھی سنے ہیں اور اکثر ادبی حوالوں میں موجود ہیں اگر یہ کہا جائے کہ پروین شاکر کی شاعری سے نکلی ہوئی خوشبو اور گفتگو حسین تعلقات کی ایک معترض صفات ہے تو بے جانہ ہو گا۔

انھوں نے سینکڑوں اشعار کے۔ بے شمار نظمیں لکھیں، آن گنت کالم لکھے اور ہر موضوع کی تازگی اور تنوع میں کمی نہیں آنے دی، جس سے ان کی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے شعری انشا اور اخباری کالموں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پروین شاکر نے اپنا اسلوب اور ذخیرہ الفاظ مخصوص بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ بیسویں صدی کے اردو ادب میں پروین شاکر کی شخصیت اس لحاظ سے منفرد ہے کہ وہ بیک وقت بلند پایہ شاعرہ اور صاحب طرز نشانہ تھیں۔ نظم، ہویا غزل، تقیدی اور تخلیقی نشر ہر سمت اس کا قلم روای رہا ہے۔

بقول نصرت زہرا:

”پروین شاکر نے شاعری کو اپنے افکار و نظریات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ انھوں نے نسائی شعور و جذبات کا جس سلیقے سے اظہار کیا ہے اس سے اس بات کا اندازہ لگانا بالکل مشکل نہیں ہے کہ وہ شعر و ادب کے آسمان پر ہمیشہ روشن ستارے کی طرح جگہ گاتی رہیں گی۔“^(۲)

پروین شاکر کے حوالے سے بہت سے مقالات مختلف کتابوں اور ادبی رسائل میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں کبھی تو مقالہ نگار اس پر تقید کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی زمین و آسمان کے قلابے ملانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

پروین شاکر کی ناقابل یقین فنی سفر کی رواداد لکھنا ایک دشوار گزار مرحلہ تھا۔ لیکن ملک کے نامور نقاد ڈاکٹر محمد علی صدیقی کے الفاظ میں ”پروین ایک رجحان ساز شاعرہ ہے۔“ اتنی مکمل اور جامع بات کے بعد اس کے فن پر شاید ہی اتنا بھرپور اور مدلل تبصرہ سننے کو ملے۔^(۳)

تمناکرتے رہنا نہ تو امید کو مرنے دیتا ہے اور نہ ہی دل کے غم کو بخبر کرتا ہے۔ پروین شاکر نے نا آسودگی کے باوجود اپنے جذبہ دل کو زندہ رکھا اور یہی اس کے جذبے اور شاعری کا اصل حسن ہے۔

پروین شاکر نے دور جدید کی اردو شاعری کو ایک نیا مقام دیا اور نئے رجحانات کو اپنی شاعری میں بڑی خوبصورتی سے پروردیا ہے ان کی شاعری کے مجموعوں نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ انھوں نے اردو ادب میں اپنے لیے ایک منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل کیا ان کے کلام میں بلا کرتا تھی۔

اگرچہ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اردو شاعری کی معلوم تاریخ میں لطف النساء امتیاز کو پہلی صاحب دیوان شاعرہ کے طور پر مانا جاتا ہے۔ بیشتر شاعرات ایسی بھی ہیں جن کے نام تاریخ میں درج نہیں کیوں کہ خواتین کے

اطھار کو کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ شاعرات اپنے جذبات کو ایسے نظام کی بھینٹ چڑھنے سے نہ روک سکیں۔ جوان کے اطھار کی راہ میں کانٹے بچھاتا آیا تھا۔

پروین شاکر سے قبل بیشتر شاعرات اردو زبان میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا چکی تھیں۔ جن میں تقسیم ہند سے قبل ایک شاعرہ نجمہ تصدق نے شہرت پائی جبکہ ادا جعفری، زہرہ نگاہ، فہیدہ ریاض، کشور ناہید اور پروین فاسیدنے اہل فکر و فن سے خوب داد و صول کی۔

پروین شاکر نے تقریباً ۳۲ سال تک شعر و ادب کی خدمت کو وظیفہ حیات بنائے رکھا اور اپنے بیگانوں کی تحسین و تغیریں سے بے نیاز حکومتی اداروں کی سرپرستی سے مستغثی اپنے راستے پر مستقل مراجی سے گامزن رہی۔ کیونکہ اس کے فن اور کردار میں تضاد نہیں تھا۔ اس لیے ان کی تحریروں میں شاعری میں اثر اور خلوص کی چاشنی پائی جاتی ہے۔^(۲)

پروین شاکر نے اپنے خونِ جگر سے اردو شاعری کے گلشن کی آبیاری کی اس نے اردو شاعری کی فنی روایات کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ ان روایات میں قابل قدر و تحسین اضافے بھی کیے۔ پروین شاکر کا اپنی ذات اور فن کو منوانا اور بحیثیت شاعرہ ادبی افق پر ابھرنا اور ابھر کر چھا جانا حیرت انگیز بھی ہے اور بڑا کارنامہ بھی لیکن اس بات پر انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ جب پروین شاکر کا فن مسلسل ارتقائی مراحل سے گزر رہا تھا اور وہ فن کی بلندیوں کو چھونے لگی تو ناگہانی موت کا شکار ہو گئی۔

یہ پھول اپنی اطافت کی داد پانہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرانہ سکا^(۵)

پروین شاکر کی موت ایک انجمن، ایک دبستان ایک روایت اور ایک عہد کی موت تھی۔ بقول آغا شورش کاشمیری:

”کسی کی عظمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے اس کی موت کا انتظار کرو۔“^(۴)

پروین شاکر کی غزل بھی اس کی طرح نازک اور من موہنی سی ہے۔ ابتدائی غزلیں سرشاری اور چاند کی تمثیل کرتے رہنے والی اٹھان سے پر ہیں۔ جن میں جذبوں کی سچائیاں اور محبت کے لیے آبل پاچلتے رہنے کی امکیں نظر آتی ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والے اس کے عالمی شہرت یافتہ مجموعہ کلام ”خوشبو“ میں ۱۲۳ کے قریب غزلیات شامل ہیں۔

پروین شاکر کا خود اپنی ابتدائی شاعری کے بارے میں کہنا تھا کہ:

”یہ محبت کی شاعری ہے۔ سادہ اس میں کوئی فلسفہ نہیں۔ میں زندگی کے جس دور سے گزر رہی تھی اسے جوں کا تو پیش کر دیا۔ لوگ اس کتاب کو پڑھ کر اس لڑکی سے خود کو Identify کرتے ہیں وہ اس جیسے ہوتے ہیں یا اس جیسا ہونا چاہتے ہیں۔“⁽⁷⁾

پروین شاکر کی شاعری ایسی نہیں تھی کہ چورا ہوں پر پڑھا جائے۔ سیاسی جلسوں کی زینت بنے اور نعرے کی شکل میں زبان زد عالم ہو جائے۔ پھر بھی اس کی غزلیں بھرپور تر ہیں کہ اس میں انسانی زندگی کی ساری جھلکیاں موجود ہیں اور شکست و ریخت کے باوجود زندگی سے محبت کا جذبہ شدید تر ہے اور ضرب الامثال کی طرح دلوں پر منتشر ہے۔ انسانی حیات کی نمو اور بقا پر اصرار کرتا ہوا اس کا لہجہ کہیں بھی کھر درے پن کا تاثر نہیں دیتا جیسا کہ محبت سے خالی زندگی محبت سے محروم زندگی یا خوشیوں سے محروم زندگی کے بعد کسی بھی تخلیق کا رکے طرز بیان میں تبدیلی آنا ناگزیر ہوتا ہے۔ پھر میں گلب دیکھنے والی فطرت کی حامل پروین کو جس طرح شاعری عطیہ خداوندی کی طرح و دعیت ہوئی تھی اسی طرح، اس پر لفظیات کی کائنات نے بھی اپنی بانہیں پھیلانے رکھیں۔⁽⁸⁾

پروین شاکر بہت منفرد شاعر ہے تھیں، ان کی شاعری کی مثال ہمارے ادب میں نہیں ملتی پروین شاکر عہد حاضر کے بڑے شعر ایسیں شمار ہوتی تھیں، انہوں نے کثرت سے اشعار کہے لیکن معیار میں کسی واقع نہ ہوئی۔ ان کے کلام میں نزاکت تھی۔ وہ زندگی کو برتنے کا سلیقہ جانتی تھیں۔ پروین شاکر کی موت پر بی بی سی نے تبصرہ کیا:

”پروین شاکر کے منفرد اسلوب پر ان کو ادب کی مہارانی قرار دیا۔“

پروین شاکر نے مختصر مدت میں ادب کے میدان میں اہم مقام حاصل کیا جو پروین کی اعلیٰ صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ پروین شاکر نے اپنی شاعری میں خوبصورت انداز کے ذریعے نئے احساسات اور جذبات کو روشناس کرایا اور یہی انداز ان کی ہمیشہ کے لیے بہچان بن گیا ان کی شاعری نوجوان نسل کے لیے امید اور روشنی کی تربیت ہے۔ پروین شاکر ہمہ گیر صلاحیتوں کی مالک تھیں، بحیثیت شاعرہ کالم نگار، استاد اور منتظم انہوں نے اعلیٰ خدمات سر انجام دیں۔⁽⁹⁾

پروین شاکر سے اردو شاعری کو بہت زیادہ توقعات تھیں اگر وہ زندہ رہتیں تو شاعری کے بہت سارے نئے دروازے کھلتے۔ پروین شاکر نے بہت کم وقت میں ادب کے میدان میں اہم مقام حاصل کر لیا۔ ان کی شاعری

نے نئے احساسات اور جذبات کو روشناس کرایا، ان کی شاعری نوجوان نسل کے لیے امید اور روشنی کی کرنے ہے وہ بہت ساری صلاحیتوں کی مالک تھیں بحیثیت شاعرہ، کالم نگار، استاد انھوں نے اعلیٰ خدمات انجام دیں۔

پروین شاکر کی روح میں اس کی تازہ حیثیت اور فکر کا گرم لہو وال دواں تھے۔ وہ ایک ایسی شاعرہ تھی جس نے غزل کی رفاقت کو بڑی دیانت داری سے قبول کیا اور جذبات کی تطہیر کے لیے ہر موقع محل پر انتہائی جرأت و بے باکی سے اسے استعمال کیا ہے۔ شعری ذرائع سے اکشاف ذات کا کام لیا اور زندگی کے مختلف معاملات کو غزلیہ روایت کا حصہ بنادیا۔ صرف حصہ ہی نہیں بلکہ معتبر رشته قائم کیا۔ اسی روشنی سے صداقت بیان اور بے باکی اظہار کی توفیق ہوتی ہے۔^(۱۰)

پروین شاکر اردو کی جدید ترین شاعرات میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نے مرودجہ رسماں میں ایک نئے عصر کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے یہاں جزئیات نگاری، عمومی مشاہدات کے آن دیکھے پہلوؤں کی عکاسی اور ایسی نادر پیکر نگاری ہے جو ہمیں چونکا بھی دیتی ہے اور دعوت فکر بھی دیتی ہے۔^(۱۱)

پروین شاکر بھی اسی معاشرے کا حصہ تھی وہ جرأت مند شاعرہ اور نذر ادبیہ تھیں وہ ترقی پسندانہ سوچ اور ذہن رکھتی تھیں۔ پروین شاکر کی شاعری انسانی نفیات کے قریب تر ہے۔ ایک ایسی توجہ ہے جو ازال سے لے کر لمحہ موجود تک اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے کسی بھی زبان میں تخلیق کیے گئے ادب کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ شاعری اپنے عہد اور اپنے زمانے کے افکار اور رجحانات کی واضح انداز میں عکاسی کرتی ہے۔ فرد صرف اپنے عہد کے حالات سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ صدیوں پہلے رونما ہونے والے اہم واقعات بھی نسل در نسل ہمارے فکری شعور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔^(۱۲)

پروین شاکر نے اپنی شاعری کا آغاز خوشبو سے کیا ہے۔

پروین شاکر نے اپنی کتاب ”خوشبو“ کا آغاز ”سر شاخِ گل“ کے عنوان سے کیا ہے اس نظم کو انھوں نے احمد ندیم قاسمی سے منسوب کیا ہے احمد ندیم قاسمی ان کے سرپرست کی طرح تھے وہ ان سے بہت متاثر تھی ان کے بارے میں نہایت عزت و احترام سے بیان کرتی ہیں کہ:

وہ سایہ دار شجر

جو مجھ سے دور، بہت دور ہے مگر اس کی

لطیف چھاؤں

سجل، نرم چاندنی کی طرح

مرے وجود، مری شخصیت پر چھائی ہے!

وہ ماں کی بانہوں کی مانند مہربان شاخیں

جو ہر عذاب میں مجھ کو سمیٹ لیتی ہیں

وہ ایک مشق دیرینہ دعا کی طرح

شریر جھونکوں سے پتوں کی نرم سرگوشی

کلام کرنے کا الجہ مجھے سکھاتی ہے^(۱۲)

پروین شاکر کی محبت جس کو ان کے والد نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ ایک الگ خاندان سے تعلق رکھتا

ہے پھر جب پروین شاکر کا خاندان سے رشتہ آتا ہے تو وہ الحسن میں ہے کہ کیا کرے۔ اپنی محبت کی یاد میں بیٹھی رہے

یا کسی دوسرے کا انتخاب کر لے۔

رات بھی تھائی کی پہلی دلیز پر ہے

اور میری جانب اپنے ہاتھ بڑھاتی ہے

سوچ رہی ہوں

ان کو تحاموں

زینہ زینہ سناؤں کے تہہ خانوں میں اتروں

یا اپنے کمرے میں ٹھہروں

چاند مری کھڑکی پر دستک دیتا ہے!^(۱۳)

پروین شاکر نے نہایت کچی عمر میں محبت کی ہے وہ اپنی نظم احتیاط میں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ

غلطی سے ان کے منہ سے دل کی بات نہ نکل جائے:

سوتے میں بھی

چہرے کو آنچل سے چھپائے رہتی ہوں

ڈر گلتا ہے

پلکوں کی ہلکی سی لرزش

ہو نہیں کی موهوم سی جنبش
گالوں پر رہ کے اترنے والی دھنک
لہو میں چاند رچاتی اس نئی سی خوشی کا نام نہ لے
نیند میں آئی ہوئی مکان
کسی سے دل کی بات نہ کہہ دے^(۱۵)
پروین شاکر اپنی نظم اعتراض میں محبت کا اظہار نہیت منفرد انداز سے کر رہی ہیں:
جانے کب تک تری تصویر نگاہوں میں رہی
ہو گئی رات ترے عکس کو تلتے تلتے
میں نے پھر تیرے تصور کے کسی لمحے میں
تیری تصویر پہ لب رکھ دیے آہستہ سے!^(۱۶)
شاعرہ اپنے محبوب کی یادوں میں کھوئی ہوئی ہیں۔ اس کو اپنا پرانا گزر ہوا وقت یاد
اس کے محبوب نے اس کے ہاتھ میں پھول پہنانے تھے جس کا اظہار انہوں نے اپنی نظم ”کنگن یا
اس نے میرے ہاتھ میں باندھا
اجلا کنگن یا یے کا
پہلے پیار سے تھامی کلامی
بعد اس کے ہو لے ہو لے پہنانا یا
گھننا پھولوں کا
پھر جھک کر ہاتھ کو چوم لیا!
پھول تو آخر پھول رہے تھے
مر جہاہی گئے
لیکن میری راتیں ان کی خوشبو سے
اب تک روشن ہیں
بانہوں پر وہ لمب ابھی تک تازہ ہے

شان خ صنوبر پر اک چاند دکھتا ہے!

پھول کا گہنا

پر بیک کا نگن

پیار کا بندھن

اب تک میری یاد کے ہاتھ سے

لپٹا ہوا ہے! ^(۱۷)

شاعرہ اپنے محبوب کی محبت پر تھک کر رہی ہیں کہ اس کا اظہار انہوں نے اپنی نظم و اہمہ میں اس طرح سے کیا ہے کہ:

تمہارا کہنا ہے

تم مجھے بے پناہ شدت سے چاہتے ہو

تمہاری چاہت

وصال کی آخری حدود تک

مرے فقط میرے نام ہو گی

مجھے یقین ہے مجھے یقین ہے

مگر قسم کھانے والے لڑکے!

تمہاری آنکھوں میں ایک تل ہے! ^(۱۸)

شاعرہ اپنے محبوب سے روشنی کی پیش کش نہایت منفرد انداز سے کر رہی ہیں:

انتنے اچھے موسم میں

روٹھنا نہیں اچھا

ہار جیت کی باتیں

کل پہ ہم اٹھا کھیں

آج دوستی کر لیں! ^(۱۹)

پروین شاکر اپنے محبوب سے شکوہ کر رہی ہیں کہ اس کو میری آنکھیں بہت پسند تھیں۔ اس کو میری آنکھوں سے ہی محبت ہوئی تھی مگر وہ اس میں آنسوؤں کو کیوں چھوڑ گیا:

بہت عزیز ہیں آنکھیں مری اسے لیکن

وہ جاتے جاتے انھیں کر گیا ہے پر نم پھر^(۲۰)

پروین شاکر خدا سے شکوہ کر رہی ہیں کہ تو نے مجھے دنیا کی ہر دولت سے نوازا ہے اگر مجھے میری محبت بھی
دے دیتا تو میں مالا مال ہو جاتی تو نے مجھے ایک کمی دی اس میں تیری کیا مصلحت تھی:

تیر اکھنا مجھے تسلیم ہے

میں مانتی ہوں

اس نے میری ذات کو بے حد نوازا ہے

خدائے برگ و گل کے سامنے

میں بھی دعائیں ہوں، سراپا شکر ہوں

اس نے مجھے اتنا بہت کچھ دے دیا لیکن

تجھے دے دے تو میں جانوں!^(۲۱)

پروین شاکر خدا سے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے محبوب کو مانگ رہی ہیں اس کو وہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

دعائو جانے کون سی تھی

ذہن میں نہیں

بس اتنا یاد ہے

کہ دو ہتھیلیاں ملی ہوئی تھیں

جن میں اک میری تھی

اور اک تمہاری!^(۲۲)

پروین شاکر احساس کرتی کا شکار ہوتی ہیں اور یہ سوچتی ہیں کہ میرا محبوب سب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا ہے مگر مجھ میں ایسی کیا کمی تھی کہ مجھ سے دور ہو گیا تھا:

میں سوچتی ہوں کہ مجھ میں کسی تھی کس شے کی

کہ سب کا ہو کے رہا وہ بس اک مرانہ ہوا^(۲۳)

پروین شاکر اپنے محبوب کے لیے منفرد انداز سے دعائیں رہی ہیں کہ:

ہوا کے ہاتھ اسے یہ پیام بھی پہنچے

کہ تیری عمر خدائے ازل دراز کرے

جو خواب بھی تری آکھیوں میں ہو وہ پورا ہو^(۲۴)

پروین شاکر اپنی قسمت کے بارے میں کہتی ہیں کہ میں وہ لڑکی ہوں جس کا شوہر اس کو پہلی رات یہ کہہ

دے کہ میرا سب کچھ تیرا ہے دل کے سوا اس کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

میں وہ لڑکی ہوں

جس کو پہلی رات

کوئی گھوٹکھٹ اٹھا کے یہ کہہ دے

میرا سب کچھ ترا ہے، دل کے سوا!^(۲۵)

پروین شاکر اپنے شعر میں اس بات کا اعتراف کر رہی ہیں کہ ان کے محبوب نے ان کو چھوڑ دیا:

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوانی کی^(۲۶)

پروین شاکر اپنے محبوب سے دوری کے بارے میں بیان کر رہی ہیں کہ پہلے تمہاری پل پل کی خبر رہتی

تھی اب اس کی خبر اخبار سے ملتی ہے:

پہلے خط روز لکھا کرتے تھے

دوسرے، تیسرا دن تم فون بھی کر لیتے تھے

اور اب یہ کہ تمہاری خبریں

صرف اخبار سے مل پاتی ہیں!^(۲۷)

پروین شاکر اپنے شوہر کی بے رخی کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

چنان!

تمہاری مجبوری کو

اب تو میں بھی سمجھنے لگی ہوں

شاید اس ہفتے بھی

نمھارے چیف کی بیوی تھا ہو گی! (۲۸)

پروین شاکر اپنی نظم "مشورہ" میں لاکیوں کو مشورہ دے رہی ہیں کہ پکی عمر میں محبت نہ کرنا ورنہ ساری

زندگی خوشی نصیب نہ ہو گی:

نئی لڑکی

ساحل کے اتنے نزدیک

ریت سے اپنا گھر نہ بنا

کوئی سرکش منج ادھر آئی تو

تیرے گھر کی بنیادیں تک بہہ جائیں گی

اور پھر ان کی یاد میں تو

ساری عمر ادا س رہے گی! (۲۹)

پروین شاکر اپنی نظم "ضد" میں محبوب سے ناراضگی کا اظہار کر رہی ہیں کہ:

میں کیوں اس کو فون کروں!

اس کے بھی تو علم میں ہو گا

کل شب

موسم کی پہلی بارش تھی! (۳۰)

پروین شاکر اپنی زندگی میں ناکامی کے بارے میں اس طرح اظہار کر رہی ہیں کہ:

میرے چھوٹے سے گھر کو یہ کس کی نظر اے خدالگ گئی

کیسی کیسی دعاوں کے ہوتے ہوئے بد عالگ گئی (۳۱)

پروین شاکر اپنی ایک نظم نن میں اپنے دکھ کی کیفیت کا ذکر اس طرح کر رہی ہیں کہ:

پیار کس کو کہتے ہیں؟

میں لمحہ بھر کو نگ رہ گئی!

دماغ سوچنے لگا

یہ کتنی بد نصیب ہے

جو چاہتوں کی لذتوں سے بے خبر ہے

میں نے اس کی سمت پھر نگاہ کی

اور اس سے
مجھے میری محبتیں تمام تر دکھوں کے ساتھ یاد آئیں
محبتوں کے دکھ۔ عظیم دکھ!
مجھے لگا
کہ جیسے ذرہ آفتاب کے مقابلے میں بڑھ گیا! ^(۳۲)

وہ اپنے ایک شعر میں محبت کی کیفیت کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:
تو میرا کچھ نہیں لگتا ہے مگر جان حیات
جانے کیوں تیرے لیے دل کو دھڑکتا دیکھوں ^(۳۳)

پروین شاکر اپنے محبوب کو آفر کر رہی ہیں کہ جب تھیں میری یاد آئے تو تم آسکتے ہو:
گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہے
وقت مل جائے تو زحمت کرنا ^(۳۴)

پروین شاکر اپنی نظم چاند میں اپنی تہائی کے بارے میں اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:
ایک سے مسافر ہیں
ایک سامندر ہے
میں زمین پر تہا!
اور وہ آسمانوں میں! ^(۳۵)

پروین شاکر اپنی نظم ”خواب“ میں کہہ رہی ہیں کہ کچھ عمر میں لڑکیاں خواب کیوں دیکھتی ہیں اس کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

کھلے پانیوں میں گھری لڑکیاں
نرم نہروں کے چھینٹے اڑاتی ہوئی
بات بے بات سنتی ہوئی
اپنے خوابوں کے شہزادوں کا تذکرہ کر رہی تھیں
جو خاموش تھیں

ان کی آنکھوں میں بھی مسکراہٹ کی تحریر تھی
ان کے ہونٹوں کو بھی ان کے خواب کا ذائقہ چوتا تھا!
دور ساحل پہ بیٹھی ہوئی ایک لشکھی سی پنگی
ہماری ہنی اور موجودوں کے آہنگ سے بے خبر
ریت سے ایک نہماگھروندا بنانے میں مصروف تھی

اور میں سوچتی تھی

خدا! یہ ہم لڑکیاں

کچی عمروں سے ہی خواب کیوں دیکھنا چاہتی ہیں (۳۶)

پروین شاکر اپنے ایک شعر میں محبت کو زخم سے تشییہ دے رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ میں تو سمجھتی تھی
کہ محبت کا زخم جلد ہی بھر جائے گا مگر مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ تو خون کی نالیوں کی کے ذریعے پورے بدن
میں پھیل جائے گا اس کیفیت کو نہایت خوبصورتی سے اپنے شعر میں ڈھالا ہے:

ہم تو سمجھتے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا

کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا (۳۷)

پروین شاکر کہتی ہیں کہ محبوب کے جانے سے سارے اطف فتحم ہو گئے میں اب کس سے روٹھوں گی اور
کس کو مناؤں گی۔ اس کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے:

وہ کیا گیا کہ رفاقت کے سارے اطف گئے

میں کس سے روٹھ سکوں گی کسے مناؤں گی (۳۸)

پروین شاکر کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی حرکات تو دیکھ کر اس کو اپنا گزارا ہوا وقت یاد آ جاتا ہے اس کو وہ

اپنی نظم آئینہ میں اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

لڑکی سر کو جھکائے بیٹھی

کافی کے پیالے میں چمچہ ہلا رہی ہے

لڑکا حیرت اور محبت کی شدت سے پاگل

لانی پلکوں کے لرزیدہ سایوں کو

اپنی آنکھ سے چوم رہا ہے

دونوں میری نظر بچا کر

ایک دو بے کو دیکھتے ہیں ہنس دیتے ہیں!

میں دونوں سے دور

درستھے کے نردیک

اپنی ہتھیلی پر اپنا چہرہ رکھے

کھڑکی سے باہر کا منتظر دیکھ رہی ہوں

سوچ رہی ہوں

گئے دونوں میں ہم بھی یوں نہیں ہنتے تھے! (۳۹)

پروین شاکر اگر زندہ رہتی تو نجاتے آج اس کافن کتنا بلندی پر ہوتا اور اس کے جان لیوا لمبے یقیناً اس نے
ہمہ جہت فن کے کچھ اور شاہکاروں سے بہرہ مند ہو جاتے۔
مکنہ فیصلوں میں ایک ہجر کا فیصلہ بھی تھا
ہم نے تو ایک بات کی اس نے کمال کر دیا^(۲۰)
پروین شاکر اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک سورج کے دیے میں آوباتی ہے۔
پروین شاکر کی شاعری نسائی ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس نے عورت کے داخلی و خارجی
جذبات تو بہت بہتر اور منفرد انداز سے پیش کر کے خواتین و حضرات دونوں طبقوں سے داد و صول کی ہے۔
پروین شاکر نے ۲۰۲۲ سال عمر پائی، لیکن اردو ادب میں یہ ۲۰۲۲ سال ہمیشہ زندہ رہیں گے لبجے اور کھرے
نسوانی جذبات کا اظہار جس طرح پروین شاکر نے اپنی شاعری میں کیا اس کی نظری اردو کی کسی شاعرہ کے ہاں نہیں
ملتی۔

حوالہ جات

- ۱۔ پروین شاکر۔ احوال و آثار۔ احمد پر اچ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۸
- ۲۔ پارہ پارہ۔ پروین شاکر۔ سوانح حیات۔ فلک و فن اور یادیں، نصرت زہرا، ایمان زہرہ پبلی کیشنر، کراچی ۲۰۱۱ء، ص ۲۵
- ۳۔ ایضاً، ص ۲۵
- ۴۔ پروین شاکر۔ احوال و آثار۔ احمد پر اچ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳
- ۵۔ ایضاً، ص ۳
- ۶۔ پارہ پارہ۔ پروین شاکر۔ سوانح حیات۔ فلک و فن اور یادیں، نصرت زہرا، ایمان زہرہ پبلی کیشنر، کراچی ۲۰۱۱ء، ص ۸۳
- ۷۔ ایضاً، ص ۸
- ۸۔ ایضاً، ص ۱۷۳
- ۹۔ ایضاً، ص ۱۸۲
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۲۲۸
- ۱۱۔ پروین شاکر۔ خوشبو۔ مراد پبلی کیشنر، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء، ص ۲۱

- | | | | |
|-----|----------------|-----|----------------|
| ١٣- | ال ايضاً، ص ٢٨ | ٢٢- | ال ايضاً، ص ٢٢ |
| ١٤- | ال ايضاً، ص ٢٥ | ٢٩- | ال ايضاً، ص ٢٩ |
| ١٥- | ال ايضاً، ص ٢١ | ٣٠- | ال ايضاً، ص ٢٨ |
| ١٦- | ال ايضاً، ص ٢٢ | ٣١- | ال ايضاً، ص ٢٢ |
| ١٧- | ال ايضاً، ص ٢٣ | ٣٢- | ال ايضاً، ص ٢٣ |
| ١٨- | ال ايضاً، ص ٢٤ | ٣٣- | ال ايضاً، ص ٢٤ |
| ١٩- | ال ايضاً، ص ٢٥ | ٣٤- | ال ايضاً، ص ٢٥ |
| ٢٠- | ال ايضاً، ص ٢٦ | ٣٥- | ال ايضاً، ص ٢٦ |
| ٢١- | ال ايضاً، ص ٢٧ | ٣٦- | ال ايضاً، ص ٢٧ |
| ٢٢- | ال ايضاً، ص ٢٨ | ٣٧- | ال ايضاً، ص ٢٨ |
| ٢٣- | ال ايضاً، ص ٢٩ | ٣٨- | ال ايضاً، ص ٢٩ |
| ٢٤- | ال ايضاً، ص ٣٠ | ٣٩- | ال ايضاً، ص ٣٠ |
| ٢٥- | ال ايضاً، ص ٣١ | | |
| ٢٦- | ال ايضاً، ص ٣٢ | | |
| ٢٧- | ال ايضاً، ص ٣٣ | | |
| ٢٨- | ال ايضاً، ص ٣٤ | | |
| ٢٩- | ال ايضاً، ص ٣٥ | | |
| ٣٠- | ال ايضاً، ص ٣٦ | | |
| ٣١- | ال ايضاً، ص ٣٧ | | |
| ٣٢- | ال ايضاً، ص ٣٨ | | |
| ٣٣- | ال ايضاً، ص ٣٩ | | |
| ٣٤- | ال ايضاً، ص ٤٠ | | |
| ٣٥- | ال ايضاً، ص ٤١ | | |
| ٣٦- | ال ايضاً، ص ٤٢ | | |
| ٣٧- | ال ايضاً، ص ٤٣ | | |
| ٣٨- | ال ايضاً، ص ٤٤ | | |
| ٣٩- | ال ايضاً، ص ٤٥ | | |